رسائل و مسائل

اسلام میں مجالس کے ضبط و نظم کے چند پہلو

سوال:

ہمارے شہر کی جماعت اسلامی نے آپ کی تشریف آوری پر مختلف ملاقاتوں کے وفود بنا کر ہر ایک کے لئے وقتِ ملاقات مقرر کر دیا تھا۔ ایک شخص ایک وفد کے ساتھ ملاقات کو حاضر ہوا اور اس نے وقت ختم ہو جانے کے بعد دوسرے وفود کی ملاقاتوں کے دوران میں بھی بیٹھے رہنا چاہا، تاکہ وہ مختلف مسائل و معاملات پر آپ کے خیالات سنے، لیکن منتظمین نے اس کی درخواست رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر ہر شخص یہی چاہنے لگے گا تو کام نہیں چل سکتا۔

اس طرزِ عمل نے آپ کی طرف جھکنے والوں کا راستہ روک دیا ہے۔ ہم آپ کے ہاں سید المرسلینؐ کا فقر تلاش کرنے آتے ہیں، نہ کہ فقر نما شہنشاہی کی نمائش دیکھنے اور ذلت کے دھکے کھانے کے لئے!

داعی کی حیثیت سے آپ کے لئے ضروری تھا کہ ساری ملاقاتیں اور گفتگوئیں کھلے اجلاس میں فرماتے اور ہر شخص کے لئے اذنِ عام ہوتا کہ وہ مجالس میں شریک ہو۔

اس سے پہلے میرے جذبات کو ایک اور موقع پر ٹھیس لگ چکی ہے۔ مجھے اگست میں ضلعی امیر جماعت کا حکم پہنچا کہ میں لوگوں تک یہ اطلاع پہنچا دوں کہ جماعت کے فلاں مقرر تشریف لا رہے ہیں لوگوں نے مجھ سے کہا کہ کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ نام اور کا بتا رہے ہو، اور آجائے کوئی اور! میں نے ان کو یقین دلایا کہ یہ جماعت ایسی نہیں اور اس طرح کے اعلان اس کی طرف سے نہیں ہوا کرتے، لیکن میری بدقسمتی کہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ اچانک یہ اطلاع ملی کہ صاحبِ مذکور بیمار ہونے کی وجہ سے نہیں آسکے۔ اب مجھے زمین جگہ نہ دیتی تھی کہ میں اس میں گڑ جاتا۔

اس طرح کی توقعات کی شکستگی کی وجہ سے مجھے جماعت کی منزل اور اس کے طریق کار میں شک پیدا ہو گیا ہے۔

جواب:

سوال بہت ہی سرسری قسم کا تھا اور اس کا جواب دو حرفی دیا جانا چاہیے تھا، لیکن چونکہ یہ ایک خطرناک مرض کا پتہ دیتا ہے اور دین (خصوصاً سنت) کے بہت ہی غلط تصور کو سامنے لاتا ہے، لہٰذا کسی قدر توضیح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مسلمانوں میں غیر منظم زندگی بسر کرتے کرتے اب اسلام کے بارے میں کچھ اس طرح کا تصور قائم ہو گیا ہے کہ نظم اور باقاعدگی کی دینی قدر و قیمت کچھ بھی باقی نہیں رہی، بلکہ آج جو کوئی انھیں ٹریننگ اور ہڑبڑ کے اسلوب سے ہٹا کر نظم و ضبط سکھانا چاہے تو اسے وہ نشتبہ بالا جانب کا مجرم سمجھتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک صورت حال ہے کہ غیر منظم زندگی کو سنتِ ختم المرسلین کا نام دیا جائے اور انتشار بھرے اجتماعات کو فقرِ محمدی کی تعریف میں داخل کیا جائے، جیسے بعض جہلاء نے کپڑا باندھے بغیر نہانے کو (نعوذ باللہ) محمدی اشنان کا نام دیا ہے۔ اس طرح کی باتوں میں دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر ارادی صورت میں یہ بہتان باندھا جاتا ہے کہ دنیا کے اس سب سے بڑے نمونے کے انسان کے ہاں کسی ترتیب و انضباط اور تقسیم کار اور تقسیم اوقات کا سرے سے گزر ہی نہیں تھا۔

جس موقعے کا سائل نے ذکر کیا ہے، کم سے کم اس کے تقاضے محسوس کیے ہوتے کہ ایک عارضی قیام کے دوران میں ایک شخص کو گوناگوں فرائض انجام دینے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر جہاں دعوت پہنچانا تھا وہاں جماعت کے نظم کا جائزہ بھی لینا تھا، کارکنوں کی مشکلات کو معلوم کر کے انھیں حل کرنا بھی تھا، ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر گرفت بھی کرنی تھی اور انھیں دوسری جماعتوں اور تحریکوں کے بارے میں پالیسی بھی بتانی تھی۔ پھر ایسے موقعوں پر طبقۂ علماء سے الگ خطاب کی ضرورت ہوتی ہے، علمی و ادبی کام کرنے والے ورکرز کو الگ پروگرام مہیا کرنا ہوتا ہے۔ پھر بعض لوگوں سے علیحدگی میں گفتگو کرنی پڑتی ہے اور بعض کے نجی مسائل کے بارے میں دین کے احکام واضح کرنے ہوتے ہیں ——— لیکن آپ فرماتے ہیں کہ یہ سارے کے سارے کام ایک مجلسِ عام میں ہونے چاہئیں جس میں ہر شخص کو اذنِ عام ہو۔ ذرا غور تو فرمایئے کہ کیا اس طرح کوئی ایک کام بھی مقررہ وقت پر انجام پا سکتا ہے؟ ایسے مواقع پر تقسیم اوقات اور تقسیم کار کا اصول اختیار کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ سنتِ رسول کے خلاف ہے۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ سنت کا یہ تصور آپ نے لیا کہاں سے ہے کہ وہاں ہر کام ہر وقت ہوتا رہتا تھا اور ہر مجلس لازماً عام ہی ہوتی تھی؟ خدا جانے کس صاحبِ ذوق سے آپ نے حدیث و سنت کا درس لیا ہے۔

سنت کی وسعتوں میں تو خیر بعد میں جائیے۔ پہلے آپ قرآنِ کریم ہی سے مجالس کے بارے میں نظم کے تقاضوں کو معلوم فرمائیے۔ کم سے کم ذیل کے احکام و آداب پر آپ کی نظر ہونی چاہیے تھی:۔

(۱) نمازِ جمعہ کے اجتماع کے بارے میں قرآن نے خاص طور پر یہ حکم دیا کہ "اذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض" یعنی نماز کی کارروائی کے ختم ہوتے ہی منتشر ہو جاؤ اور جا کر اپنے اپنے معمولات میں لگ جاؤ۔ یہ حکم آخر دیا کیوں گیا؟ محض اس لئے کہ نمازِ جمعہ کے بعد ملاقاتیوں کا ہجوم نبی صلعم کو مجبور کر دیتا ہوگا کہ وہ دوسرے فرائض کی ادائی اور پہلے سے طے شدہ پروگراموں کی تکمیل پر متوجہ نہ ہو سکیں، بلکہ مشتاقانِ زیارت اور دلدادگانِ مجلس آرائی کے شخصی جذبات کی تسکین میں لگے رہیں۔ حالانکہ ایک ایسی ہستی جو ایک پورے معاشرے کی انچارج اور ایک ملک گیر تحریک کی عناں بردار تھی اس کے اوقات بہت سے اہم مقاصد کے لئے وقف ہونے تھے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ نمازِ جمعہ (اور اسی طرح دوسری نمازوں) کے خاتمے پر منتشر ہو جایا کریں، بجز اس صورت کے کہ کوئی ضروری معاملہ ہو یا نبی صلعم خود مجلس کو جاری رکھنا چاہیں۔

(۲) یہ ہدایت نماز ہی تک محدود نہ رہی، بلکہ مسلمانوں کو یہ بھی سکھانا ضروری ہوا کہ نبی صلعم جب انہیں اپنے ہاں کھانے پر بلائیں تو ان کو کھانے کے بعد بیٹھ کر "حدیثِ مائدہ" میں نہ لگ جانا چاہئے، کیونکہ اس طرح رسول اللہ کو مروتاً بیٹھنا پڑے گا، حالانکہ آپ پر مصروفیات اور ذمہ داریوں کا بار بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ صاف صاف کہا گیا کہ کھانے سے فارغ ہوتے ہی گھروں کو چلے جایا کرو۔

(۳) پھر سورۂ نور میں فرمایا کہ "واذا کانوا معہ علیٰ امر جامع لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوہ" یعنی خدا اور رسول پر ایمان لانے والے جب رسول اللہ کی خدمت میں کسی اجتماعی ضرورت کے لئے مجتمع ہوتے ہیں تو وہ بدون اجازت پورا کام ختم ہونے سے پہلے چلے نہیں جاتے۔ یہ ان مجالس کا ذکر ہے جو تفریحاً نہیں بلکہ کسی "امرِ جامع" کے لئے منعقد ہوں۔ ان مجالس میں وہی آئے جس کا تعلق کسی پیشِ نظر "امرِ جامع" سے ہو اور اس

"امر جامع" کے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچنے سے قبل کارروائی کے دوران میں کوئی اٹھ کر نہ جائے لیکن جب اس "امر جامع" کی کارروائی ختم ہو جائے تو پھر لوگوں کو اسی طرح منتشر ہو جانا چاہیے جس طرح جمعہ کے "امر جامع" اور ضیافت کے "امر جامع" کے بارے میں حکم ہے۔ علاوہ بریں چونکہ ہر امر جامع کا تعلق ہر شخص سے ہونا ضروری نہیں، لہٰذا یہ بات از خود واضح ہے کہ کسی خاص "امر جامع" کے لئے شرکتِ اجلاس وہی لوگ کریں جو اس سے متعلق ہوں اور جن کو ایک خاص وقت کے لئے دعوت یا اذن ملے۔

(۴) قرآن میں آں حضور صلعم کے ساتھ علیحدگی میں گفتگو (نجویٰ) کرنے کے بارے میں بھی ہدایات وارد ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک بڑا کام کرنے والوں کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ لوگ علیحدگی میں ان کے سامنے اپنی رپورٹیں پیش کریں اور اپنی مشکلات میں مشورہ چاہیں، یا تنہائی میں ان سے باز پرس کرنی پڑے۔ ایسے موقعوں کے لئے شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی علیحدگی کی گفتگو کو سننے کی کوشش نہ کی جائے اور نہ علیحدگی کی مجالس میں گھسنے کے لئے تگ و دو کی جائے۔

واضح رہے کہ اہم معاملات اور اطلاعات کے متعلق قرآن کا یہ حکم کہ ان کو عام طور پر نشر نہ کیا جائے بلکہ صرف متعلقہ اربابِ امر تک انھیں پہنچانا چاہیے جو ان کے بارے میں رائے قائم کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں، خود اس بات کا داعی ہے کہ بعض ملاقاتوں اور مجالس کو مخصوص کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۵) قانونِ استیذان یوں تو براہِ راست گھروں میں داخلہ سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اوپر کی سطور بتاتی ہیں کہ دفتروں، کارخانوں، سرکاری اداروں اور خصوصیت سے مجالسِ مشاورت میں داخلے کے لئے بھی اس اسلامی ادب کو اختیار کرنا چاہیے۔ اب اگر کسی خاص موقع پر بہت سے ملاقاتیوں کو منظم طریق پر تقسیم اوقات کر دی جائے تو یہ عین اسی قانون کے تحت ہوگا۔ لیکن فرض کیجئے کہ ایک سلسلۂ مجالس میں اس سرے سے اس سرے تک شرکت کے لئے کوئی شخص خواہش کرتا ہے اور اس کے استیذان کا جواب اثبات میں نہیں ملتا تو قرآن نے اسے یہ سبق دیا ہے کہ اذن نہ ملنے پر وہ بغیر کسی ناخوشگوار تاثر کے لوٹ جائے۔

(۶) سب سے آخر میں ہم اس قطعی حکم کو بیان کرتے ہیں جو مجالس کے بارے میں شرکا کو دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم ج واذا قیل انشزوا فانشزوا۔

یعنی جب کسی مجلس عام کا موقع ہو اور تم سے چاہا جائے کہ مزید آدمیوں کو داخل ہونے کا راستہ اور بیٹھنے کے لئے جگہ دو تو سکڑ سمٹ جاؤ اور مجلس کا حلقہ وسیع ہونے دو، لیکن دوسری طرف جب مجلس کو محدود کرنے کے لئے یا کسی نئی مجلس کو طلب کرنے کے لئے تم کو اشارہ ملے تو پھر خوشدلی کے ساتھ اٹھ جاؤ۔

براہِ کرم ان ہدایات کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ ان کی ضرورت پیش کیوں آئی تھی؟ ——— محض اس لئے کہ پورا عرب بدنظمی اور انتشار کی زندگی کا پرانا عادی تھا۔ ایک ایک شخص اپنے جذبات کے آبگینے لئے ہوئے تھا جن کو اجتماعی مفاد کا ہر تقاضا ٹھیس لگا دیتا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ ان کو غیر منظم زندگی بسر کرنے کی کھلی چھٹی حاصل رہے۔ ان کا بھی جی چاہتا تھا کہ وہ اگر کسی مجلس میں آ بیٹھیں تو گھنٹوں بیٹھے رہیں، ہر گفتگو اور مشورے میں ان کو شامل ہونے کا موقع ملے، وہ رسول اللہ صلعم کا جو وقت بھی لینا چاہیں لے سکیں اور ہر بحث میں شرکت کا اذنِ عام انھیں حاصل رہے، لیکن قرآن نے ان کے جذبات کے آبگینوں کی پروا کئے بغیر ان کو ڈسپلن میں کس دیا، انھیں باقاعدگی کی تعلیم دی اور تقسیم اوقات اور تقسیم کار کا سبق پڑھایا۔ یہ احکام و آداب خود بتلاتے ہیں کہ عربوں میں مجالس کے بارے میں کن کن پہلوؤں سے بے ڈھنگا پن موجود تھا، اور اس پر گرفت کر کے اصلاح کی تدبیریں اختیار کی گئیں۔ یہ عربوں کی سعادت تھی کہ انھوں نے تربیتِ نظم پر ناک بھوں چڑھانے کے بجائے اپنے آپ کو نئے سانچے میں ڈھلنے کے لئے پیش کر دیا۔

شریعت میں جو چیز منع ہے وہ صرف یہ ہے کہ ملاقات کرنے والوں اور اپنے معاملات میں مشورہ لینے والوں یا اسلام کا حکم معلوم کرنے والوں پر لطور کبر اپنے دروازے بند نہ کئے جائیں، نہ ان کو ٹھاٹھ باٹھ کے مظاہروں سے مرعوب کیا جائے، اور نہ ان سے اختلاط رکھنے کو اپنے لئے وجہ ذلت سمجھا جائے۔ اگر ایک شخص کے طرزِ عمل میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی، لیکن وہ قرآن کے مذکورہ بالا احکام کے عین مطابق ایک عارضی قیام کے موقع پر اپنے بے شمار ملاقاتیوں کے لئے ایک نظم اس لئے مقرر کرتا ہے کہ تمام ضروری کام بھی انجام پا جائیں اور کوئی ملاقات سے محروم بھی نہ رہے تو کس سنتِ رسول اور کس معقولیت کی بنا پر آپ نے "فقر بما شہنشاہی" کا جذباتی فقرہ چست فرما دیا اور ذرا سی رنگ آمیزی سے منتظمین کو "دربان" کی تعریف میں داخل کر ڈالا۔